تذکرۃ المشاہیر

ڈاکٹر محمد مجیب الرحمٰن☆

سیرت کے شناور مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ

نومبر ۲۰۰۶ء کے اواخر میں لاہور سے پی آئی اے ایئرلائن کے ذریعے میں دہلی پہنچا جہاں شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی اور دیگر اہل حدیث رفقا کی معیت میں چند دن گزارنے کا موقع ملا۔ دہلی کے دورہ میں حضرت مولانا عبدالجلیل عبدالمعید اور ماہر لسانیات مولانا علامہ عبدالقدوس، اطہر ابن احمد نقوی وغیرہ حضرات سے ملاقاتیں رہیں۔ اہل حدیث منزل، اہلحدیث کمپلیکس، المعہد العالی، جامع مسجد اہل حدیث اور مکتبہ ترجمان وغیرہ میں بھی اکثر آنے جانے کا موقع ملتا رہا۔

دہلی قیام کے دوران 'ابوالکلام آزاد اویکننگ سنٹر' کے صدر محترم جناب مولانا عبدالحمید رحمانی کی طرف سے بلاوا آیا۔ ان کے ہاں پہنچے ہی تھے کہ اچانک ایک روح فرسا وجگر خراش خبر سن کر کلیجہ منہ کو آ گیا۔ یہ جاں گسل، دل فگار اور جان کاہ اطلاع تھی، عالم اسلام کی نامور عظیم شخصیت، علامہ زمان، ادیبِ اریب، خطیبِ دوراں، مفسر قرآن، مؤرّخِ عصر، معروف و مشہور قلم کار و دانشور اور سب سے بڑھ کر شہرۂ آفاق سیرت نگار کی وفاتِ حسرت آیات اور انتقالِ پُرملال کی۔ فارسی، عربی و اُردو کے اس صاحبِ طرز ادیب و عالمِ بے بدل سے میری مراد ہے حضرت مولانا شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ جو طویل علالت کے بعد عالم آخرت کو سدھار گئے۔ آپ کی وفات گویا ہم عصر علمی دنیا کے لیے عظیم سانحہ اور ایک عہد کا خاتمہ ہے۔ اللہ پاک اُنہیں غریق رحمت کرے، کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین!

مولانا موصوف نے 'مبارکپور' نامی بھارت کے ایک مشہور و معروف دور اُفتادہ مگر زرخیز

☆ ڈائریکٹر اعلیٰ تعلیمی مرکز، نیویارک..... سابق صدر شعبۂ عربی و اسلامیات، راجشاہی یونیورسٹی، ڈھاکہ

www.KitaboSunnat.com

ومردم خیز خطہ میں آنکھ کھولی جہاں بہت سے یگانۂ عصر نے جنم لیا اور بڑی منتخب روزگار شخصیات پیدا ہوئیں۔جن میں قاضی اطہر مبارکپوری، مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمانی مصنف مرعاۃ المفاتیح، حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری مصنف تحفۃ الاحوذی وتحقیق الکلام، مولانا امین اثری مبارکپوری، مولانا عبدالصمد مبارکپوری، مولانا عبدالسلام مبارکپوری مصنف سیرۃ البخاری وغیرہ رحمہم اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔مولانا ممدوح بھی اسی سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی تھے۔

حضرت مولانا کی پیدائش ۱۹۴۲ء کے وسط میں، مبارکپور کی شمالی جانب کئی فرلانگ کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی گمنام بستی حسین آباد میں ہوئی۔ بچپن کی ابتدائی تعلیم یعنی قرآنِ مجید وغیرہ اپنے دادا امجد اکبر اور چچا محمد عبدالصمد سے حاصل کی۔ پھر مدرسہ دارالتعلیم میں داخل ہوئے اور بڑے اچھے نمبروں میں ابتدائی درجات کو مکمل کرتے ہوئے مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور میں عربی درجات میں داخل لے لیا۔ وہاں دو سال مکمل کرنے کے بعد مدرسہ فیضِ عام مئوناتھ بھنجن میں جو جماعتِ اہلحدیث کا ایک قدیم اور بنیادی تعلیمی ادارہ ہے،تشریف لے گئے۔

مولانا مبارکپوری؛ تدریس کے میدان میں

◉ ۱۹۶۱ء میں اپنی تعلیم مکمل کرتے ہوئے باقاعدگی کے ساتھ جب سند لے کر فارغ التحصیل ہوئے تو بڑی عزت کے ساتھ وہیں اسی ادارہ میں ایک قابلِ احترام مدرّس کی حیثیت سے ان کی تقرری ہوگئی۔ دریں اثنا آپ فتویٰ نویسی بھی فرماتے رہے اور الٰہ آباد بورڈ کے زیر اہتمام عربی، فارسی وغیرہ کے مولوی عالم و فاضل جیسے سرکاری امتحانات میں بھی شریک ہوئے اور اپنی غیر معمولی ذہانت و فطانت کی بنا پر ان تمام امتحانات میں اوّل درجے میں کامیاب ہوئے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

◉ کئی سال تک آپ نے مئوناتھ بھنجن کی دانش گاہ 'مدرسہ فیض عام' میں سنجیدگی وتندہی کے ساتھ تعلیمی وتدریسی فرائض سرانجام دیے۔ پھر آپ کو دارالحدیث الاثریہ میں تعلیمی ذمہ داری سونپی گئی۔ ان تدریسی فرائض کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کے دوران آپ نے فنِ خطابت وشعلہ بیانی اور پرجوش وولولہ انگیز تقاریر میں بھی اپنے جوہر پیش کئے۔

◉ ۱۹۶۶ء کے اوائل میں آپ نے مدرسہ فیض العلوم، مسیونی مدھیہ پردیش میں ایک

www.KitaboSunnat.com

کامیاب اُستاد اور مدیر التعلیم کی حیثیت سے اپنی خدمات کا آغاز کیا۔ وہاں تقریباً چھ سال کی مدت گزارنے کے بعد اہل وطن کے شدید اصرار کی وجہ سے اپنی مادرِ علمی مدرسہ دارالتعلیم مبارکپور میں تشریف لے گئے جہاں صدر مدرّس اور پرنسپل کے عہدہ پر دو سال تک فائز رہے۔

◉ ۱۹۷۴ء میں بنارس میں ریوڑی تالاب کی مرکزی درس گاہِ اہلحدیث، یعنی دارالعلوم الجامعہ السّلفیہ کی طرف سے دعوت موصول ہوئی کہ وہ اپنی تمام تر خدمات وتوجہات کو جامعہ سلفیہ کے لئے وقف کردیں۔ چنانچہ وہ اکتوبر ۱۹۷۴ء میں بنارس کے جامعہ سلفیہ پہنچ کر ۱۹۸۸ء یعنی چودہ سال کی طویل مدت تک وہاں درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ ماہنامہ 'محدث' بنارس کے مدیر مسئول اور جامعہ کے تحقیقاتی ادارے میں بھی ایک محقق کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

موصوف انتہائی ذہین وفطین اور گوناگوں ممتاز خوبیوں کے مالک تھے۔ جامعہ سلفیہ میں قدم رکھتے ہی ان کی خوبیوں کے جوہر مزید کھلے اور انہیں پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا۔ گویا ان کی ساری صلاحیتوں کو دَمک اور جلا مل گئی اور تمام مسدود راہیں وا ہوگئیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُنہیں بڑی عظیم صلاحیتوں وقابلیتوں سے نوازا تھا۔ وہ بیک وقت ایک قابل مفسر ومحدث بھی تھے اور مدرّس ومحقق اور مناظر بھی؛ ایک حاذق وماہر علمِ فرائض بھی اور بلند پایہ سیرت نگار بھی۔ فارسی، اُردو وعربی زبانوں میں اُنہیں یدِطولیٰ اور بڑی مہارت حاصل تھی۔ وہ اعلیٰ پائے کے دانش ور، قلم کار، انشا پرداز اور نثر نگار تھے۔ اُن کی قوتِ حافظہ بڑی تیز، پختہ، پائیدار اور مضبوط تھی۔ احادیث کے مختلف درجات، رواۃِ حدیث کے احوال اور لغتِ عربی کے حلِ اشکالات کے سلسلہ میں وہ کلیدی صلاحیت کے حامل تھے۔ بسا اوقات اور بوقتِ ضرورت مختلف اُلجھے ہوئے شرعی وپیچیدہ مسائل کے حل اور سلجھاؤ کی خاطر فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے وہ ایک تسلیم شدہ اور مانے ہوئے مفتی بھی تھے۔ ان کے برجستہ اور فی البدیہہ فتاویٰ بھی تسلی بخش ہوا کرتے۔ اجتہاد واستنباط کا مادّہ اور صلاحیت ان کی ذات میں بدرجۂ اتم بلکہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

www.KitaboSunnat.com

مولانا مبارکپوری کا دورۂ پاکستان

دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں آپ نے ملک اور بیرونِ ملک کے بھی گوشے گوشے اور چپے چپے میں دورے اور سیر وسیاحت کی۔ بلادِ خلیج کا تو آپ نے بار بار دورہ کیا۔ تقریباً سولہ سال تک مدینہ منورہ اور سعودی عرب کے دار الخلافہ 'ریاض' میں اقامت پذیر رہے۔ اسی طرح امریکہ، برطانیہ اور پاکستان وغیرہ کا بھی سفر کیا۔

سرزمینِ پاکستان میں آپ کی آخری تشریف آوری اور ورودِ مسعود ۲۱/۲۰ سال قبل یعنی ۱۹/نومبر تا ۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کو ہوا۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی (۱۹۰۹ء تا ۱۹۸۷ء) مؤقر ہفت روزہ 'الاعتصام' کے اس زمانہ (۱۹۸۵ء) میں مدیر مسئول تھے۔ ان کے ہی خلف الرشید وتربیت یافتہ شہرۂ آفاق عالم دین جناب مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس دور میں 'الاعتصام' کے روحِ رواں تھے۔ حضرت مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کی تشریف آوری کے موقع پر ان کے اعزاز میں شیش محل روڈ کے دارالدعوۃ السّلفیہ میں ایک پُرشکوہ استقبالیہ دیا گیا۔ ہم عصر علماے کرام و دانشورانِ عظام نے دور دراز علاقوں سے آ کر اس تقریب کو اور بھی رونق افروز بنایا اور چار چاند لگا دیے۔ جناب محترم حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ آگے چل کر یہ خطبہ مولانا علیم ناصریؒ کے قلم سے دورہ کی مختصر سی روداد کے ساتھ 'الاعتصام' کے ۲۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔

مولانا مبارکپوری؛ امریکہ میں

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کو رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے امریکہ جانے کا موقع بھی ملا۔ یہ واقعہ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کا ہے۔ اس وقت رابطہ کے سیکرٹری جنرل شیخ محمد علی الحرکان تھے جنہوں نے ٹیلی گرام کے ذریعہ شیخ مبارکپوری کو ۹ تا ۱۲/ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ میں منعقد ہونے والی عالمی سیرت کانفرنس میں باضابطہ شرکت کی دعوت دی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ماہ ربیع الاوّل کے ساتھ سیرت النبی ﷺ کانفرنسز کا تعلق اور رابطہ بڑا گہرا ہے۔ ٹھیک اسی طرح یہ بھی ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے کہ رابطہ مذکورہ مکہ مکرمہ کا باضابطہ نمائندہ بن کر اس قسم کے عظیم اور بین الاقوامی سیمینارز میں عملی شرکت وشمولیت کا زرّیں

www.KitaboSunnat.com

موقع اور دعوت ہما شما کو نصیب نہیں ہوا کرتی۔ یقیناً یہ عزت اور وقار قابل رشک ہے!

امریکہ کی ریاست کیلی فورنیا میں یہ پُرشکوہ کانفرنس منعقد ہورہی تھی۔ رابطہ کے عزت مآب جنرل سیکرٹری نے آپ کو اس میں تقریر کرنے اور مقالہ پڑھنے کا موضوع بھی بتا دیا تھا۔ اس سدا بہار عنوان کا نام تھا: **'سیرتِ نبوی ﷺ اور ہماری زندگی میں اس کے تقاضے'**

امریکی ریاست کیلی فورنیا کے شہر آرینج کاؤنٹی میں واقع سیمینار گاہ میں پہنچ کر مولانا موصوف نے جب تقریر شروع کی اور مقالہ پڑھا تو وہ واقعی بڑا ہی مؤثر، مدلل اور فکر انگیز تھا۔ سیمینار گاہ میں سب سے پہلے مولانا موصوف کی ملاقات و زیارت جس شخصیت سے ہوئی تھی، اس کا نام تھا پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین صغیر۔ مولانا موصوف کی طرح اُن کی تقریر بھی بہت پُرجوش، بامقصد اور ولولہ انگیز تھی۔ یہ میری خوش بختی ہے کہ اس راقم عاجز کے ساتھ بھی پروفیسر ڈاکٹر صغیر موصوف کی باہمی شناسائی اور تعارف بڑا پرانا ہے۔ امریکہ و یورپ کی کئی کانفرنسوں میں اُن کے ساتھ راقم کو ملاقات کا اتفاق ہو چکا تھا اور ان ملاقاتوں میں وہ مجھے اپنی شاہکار تصنیفات بطور ہدیۂ متواضعہ مرحمت فرما چکے تھے۔ اُن دنوں وہ شکاگو یونیورسٹی میں غذائیات کے نامور پروفیسر تھے۔

اس کانفرنس میں جن دیگر مایہ ناز شخصیات اور قابل قدر ہستیوں نے شرکت کی اور اس اوّلین نشست کو زینت بخشی، ان میں سے دو تو خاص طور پر قابل ذکر ہیں: جناب داؤد اسعد اور جناب ڈاکٹر مزمل صدیقی۔ اوّل الذکر فلسطین کے باسی اور رابطہ عالم اسلامی نیویارک کے معاون مدیر تھے۔ مزید برآں وہ انٹرنیشنل سپریم کونسل برائے مساجد (مکہ مکرمہ) کی شاخ نیز امریکہ و کینیڈا کی مسجدوں کی براعظمی مجلس کے جنرل سیکرٹری بھی تھے۔ اتنے اہم مناصب اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود مولانا مبارکپوریؒ کے ساتھ ان کا برتاؤ اور معاملہ ہمیشہ ایک خادم اور بندۂ ناچیز سا رہا، کیونکہ سید القوم خادمھم کا راز گویا اسی میں مضمر ہے۔

مؤخر الذکر جناب ڈاکٹر مزمل صدیقی نے بھی، وہاں کے سب سے بڑے کرتا دھرتا اور سپریم کونسل (المَجلس الأعلیٰ) کے امیر بالا ہونے کے باوجود حضرت مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کے ساتھ نہایت منکسر مزاجی، عاجزی و خوش معاملگی کی روش اور برتاؤ پیش کیا۔

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر موصوف کے ساتھ پہلے ہی سے میری شناسائی اور تعارف موجود تھا، اس بنا پر میں ان کی گوناگوں خوبیوں سے اچھی طرح واقف تھا، کیونکہ ۱۹۹۳ء کے اَواخر میں جب میں نے بوسٹن اور نیو کیمبرج کے عالمی سیمینار میں عملی شرکت کی غرض سے حاضری دی تو کیا دیکھا کہ ڈاکٹر صدیقی موصوف وہاں پر خصوصی مہمان بن کر پہلے ہی سے تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھتے ہی باغ باغ ہوئے اور بغل گیر ہوگئے۔ سراپا اخلاص اور مجسمۂ نیاز مندی جس کا یہ عالم تھا کہ خلائق کے ادنیٰ سے کارِ خیر میں بھی بڑھ چڑھ کر نمایاں حصہ لینے کی جانفشانی اور کاوش فرماتے تھے۔

'الرحیق المختوم' کے تصنیفی مراحل اور مقبولیت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے عظیم سرخیل شیخ ابوخلیل تونی جیسے سعودیہ کے امیر بالا اور سرکردہ شخصیت نے آخر مولانا مبارکپوریؒ کی اس قدر پُرتپاک آؤ بھگت اور استقبال کیوں کیا؟ اس سوال کا جواب صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے مولانا کی مایۂ ناز تصنیف 'الرحیق المختوم' اور دیگر شاہکار تصانیف.....!

یہی وہ تصنیفِ لطیف ہے جس نے آپ کو عظمت اور دوامی شہرت و نیک نامی کو بامِ ثریا پر پہنچا دیا۔ اس کی تالیف وتصنیف کے تاریخی پس منظر میں بھی ایک طویل داستان ہے۔ اور وہ یہ کہ ۱۹۷۶ء میں کراچی کی بین الاقوامی سیرت کانفرنس کے اختتام پر رابطۂ عالم اسلامی نے سیرتِ نبویؐ کے موضوع پر مقالہ نویسی کا ایک عالمی مقابلہ منعقد کرنے کا اعلان کیا جس میں دنیا بھر کے اہل علم کو دعوت دی گئی کہ وہ سیرتِ نبوی کے موضوع پر دنیا کی کسی بھی جیتی جاگتی زبان وادب میں مقالہ قلم بند کریں۔ پھر کیا تھا؟ دنیا کے تمام قلم کاروں نے فوراً ہی اپنی اپنی بساط کے مطابق عالمی مقابلہ کے اس وسیع وعریض میدان میں کوشش وکاوش شروع کردی، کیونکہ اس عالمگیر مقابلہ کے انعامات بھی خطیر تھے اور پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو علیٰ الترتیب پچاس، چالیس، تیس، بیس اور دس ہزار ریال کے انعامات دیئے جانے کا اعلان کیا گیا تھا۔

مولانا نے جب اس شاہکار تالیف کو ترتیب دیا، اس وقت آپ بنارس کی عظیم دانش گاہ الجامعہ السّلفیہ میں اُستاد تھے۔ دراصل وہاں کے تلامذہ، اساتذہ واَقارب نے اس کام پر اُنہیں

www.KitaboSunnat.com

پیہم اصرار کیا اور یہ اسی پیہم اصرار اور تاکید پر تاکید کا نتیجہ تھا کہ مولانا اس سیرت نگاری کے عالمی مقابلہ کے لئے پوری طرح مستعد ہوگئے۔ پھر جب اس کام کے لئے آپ نے اپنے زوردار وسیال قلم کو جنبش دی تو وہ اپنی مادری زبان اُردو میں نہیں بلکہ قرآنِ مجید کی زبانِ عربی یعنی لسانِ مبین میں۔ حالانکہ اس سے قبل آپ کو عربی زبان میں تحریر وتصنیف کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ آپ نے عرب کی کسی بھی یونیورسٹی کا منہ دیکھا تھا، نہ سعودی عرب میں ان کا رابطہ یا آمدو رفت کا کوئی سلسلہ تھا۔

جب عربی زبان میں لکھنے کے لئے قلم اُٹھایا تو یوں فراٹے، روانی وسلاست سے لکھتے ہی چلے گئے کہ گویا یہ ان کی مادری زبان ہو۔ ان کی یہ عربی تحریر برائے تحریر نہ تھی بلکہ اُس میں لطافت، لچک، زور اور سلاست ان لوگوں کی عربی تحریروں سے بھی بڑھ کر تھی جو عربی ماحول میں پلے بڑھے اور برابر لکھتے بھی رہے۔

دراصل اُن پر اُن دنوں ایک عجیب سا جنوں اور مخصوص کیفیت طاری تھی۔ کتبِ سیر کا پیہم مطالعہ اور تصنیفی لگن سے وہ دیوانگی وسرشاری کا لطف اُٹھاتے تھے۔ کبھی تو وہ سیرت کے حوالہ سے اس موضوع سے متعلق عربی اشعار گنگناتے اور کبھی کسی نص کو دہراتے نظر آتے۔ اس طرح سے کوئی پانچ چھ ماہ کے اندر مسودہ پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ تسوید کے بعد اب ان کے پاس تبییض کی قطعاً فرصت نہ تھی۔ پھر حضرت مولانا عبدالجلیل عبدالمعید علی گڑھی کے کندھوں پر یہ اہم ذمہ داری ڈالی گئی اور اُنہوں نے قلیل سی مدت میں ہی یہ عظیم ذمہ داری بدرجہ اتم و بطریق احسن نبھائی۔ مسلسل اور پیہم تبییض کے کاموں میں جب اُنہیں شدید تھکاوٹ محسوس ہوا کرتی تو برخوردار حافظ محمد الیاس میاں (فاضل مدینہ یونیورسٹی، حال مقیم ریاض) بہترین چائے اور اس کے لوازمات سے دونوں حضرات (شیخ مبارکپوری و شیخ عبدالمعید علی گڑھی) کے جسموں کو قدرے حرارت اور چستی وتوانائی پہنچاتے۔

اس معیاری وغیر معمولی کام میں محترم المقام جناب عزیر شمس نے بھی عملی طور پر شرکت کی تھی جو کہ فضیلۃ الشیخ جناب محترم شمس الحق (شیخ الحدیث مدارسِ عربیہ بہار وبنگال) کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ حسنِ اتفاق سے یہ دونوں اس راقم عاجز کے بھی قریبی رشتہ دار ہیں۔ یہ شیخ عزیر شمس ہی تو

www.KitaboSunnat.com

تھے جنہوں نے سب سے پہلے شیخ مبارکپوری کو رات کے سناٹے میں رابطہ کی طرف سے پہلا انعام پانے کا مژدۂ جاں فزا سنایا تھا۔

'الرحیق المختوم' کو جو عالمی و آفاقی مقبولیت اور ہر دل عزیزی حاصل ہوئی، وہ یقیناً تائید ِالٰہی کا ایک عجیب وغریب کرشمہ ہے۔ یہی وہ مایہ ناز وشہرہ آفاق سیرت کی کتاب ہے جس سے متاثر ہوکر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے جنرل سیکرٹری فضیلۃ الشیخ عمر محمد فلاتہ اور امامِ کعبہ کے والد ماجد شیخ عبداللہ بن حمید نے ہندوستان سے اُنہیں بلا کر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے مرکز خدمۃ السُنّۃ والسیرۃ النبویۃ ﷺ کا ایک عہدہ بھی تفویض کردیا۔ یہ عہدہ الباحث المحقق یعنی ریسرچ فیلو کا تھا۔

الرحیق المختوم، بنگلہ زبان میں

دنیا کی لگ بھگ ۹ زبانوں میں 'الرحیق المختوم' کا ترجمہ ہو چکا ہے۔اس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتاب ہٰذا کی مانگ اور چاہت عالمی مارکیٹ میں کس قدر زیادہ ہے۔ مختلف زبانوں کے جامہ پہنانے، منتقل کرنے اور تراجم وغیرہ کی یہ بہتات و کثرت کو دیکھ کر مولانا نے دل ہی دل میں یہ سوچا کہ کیوں نہ اسے بنگلہ زبان میں بھی منتقل کردیا جائے؟ کیونکہ پورا بنگلہ دیش، مغربی بنگال، اراکان، آسام اور تریپورا وغیرہ کے بعض حصوں میں بھی یہ زبان بولی جاتی ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے مجھے ۱۹۹۲ء کے اَواخر میں راجشاہی یونیورسٹی کے پتے پر خط لکھا اور فوری طور پر ترجمہ کا کام شروع کرنے کے لئے کہا۔

اور ساتھ یہ لکھا کہ جہاں تک اس کتاب کو زیورِ طبع سے آراستہ کرنے کا تعلق ہے تو میں اپنے شاگردِ رشید 'ابن اسماعیل' کو کہہ دوں گا اور رقم بھی ارسال کروں گا۔

واضح رہے کہ یہ وہی ابن اسماعیل صاحب ہیں جنہوں نے جامعہ سلفیہ بنارس میں مولانا ممدوح کے پاس زانوے تلمذ طے کرتے ہوئے مدتوں علومِ نبویہؐ کی خوشہ چینی کی تھی۔ انہوں نے مغربی بنگال کے نالہاٹی نامی ضلع رشید آباد وساگردیگھی کے ایک قصبہ میں 'ہلال بک ایجنسی' نامی کتب خانہ کی بھی داغ بیل ڈالی ہے۔

ابھی میں 'الرحیق المختوم' کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ ہی کر پایا تھا کہ میرے بیٹے پروفیسر ڈاکٹر

www.KitaboSunnat.com

یوسف صدیق نے مجھے نیویارک بلالیا، لہٰذا مجھے ترجمہ کی یہ ذمہ داری اپنے ایک شاگردِ رشید مولانا شیخ عبدالخالق رحمانی کے سپرد کرنا پڑی۔ اُنہوں نے پھر ہم دم و ہم نواؤں سے مل کر ترجمہ کے اسی اہم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔

یہاں پر ایک اور شخصیت کا نام بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے جن کی پیہم مشقت، اَن تھک زحمت اور لگاتار صعوبت نے اس کام کو کچھ آگے بڑھایا، وہ ہیں راجشاہی پی ٹی ای سنٹر کے پروفیسر جناب سیف الدین احمد۔ اس کے ساتھ ایک اور قابل قدر ہستی اور عظیم شخصیت بھی منسلک و شاملِ حال رہی۔ اس ہستی سے میری مراد ہے حضرت مولانا معین الدین کی ذات ستودۂ صفات۔ موصوف مغربی بنگال کے مالدہ ضلع میں کلیا چک کے باسی تھے اور راجشاہی یونیورسٹی سکول میں اسلامیات و عربی کے استاد بھی تھے۔ وہ صرف میرے چہیتے شاگردِ رشید ہی نہیں بلکہ اور بھی مختلف اطراف سے ان کے ساتھ میرا گہرا رابطہ اور تعلقات استوار تھے۔

بہرکیف اس طرح ہم سب کی متفقہ جدوجہد اور کد وکاوش سے 'الرحیق المختوم' کا بنگلہ ایڈیشن کا مکمل مسودہ تیار ہوگیا۔ بالآخر ہم نے اس مسودہ کو شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری کے شاگردِ رشید جناب عبداللہ اسماعیل کے حوالہ کیا تاکہ وہ کلکتہ سے بڑے دیدہ زیب اور دلکش انداز میں زیورِ طبع سے آراستہ کرتے ہوئے خصوصی اشاعت کا انتظام کریں۔

چنانچہ ہماری قوی توقعات و اُمیدوں کے مطابق ایسا ہی ہوا۔ 'الرحیق المختوم' کے نام سے جب کتاب چھپ کر ہمارے سامنے آ گئی تو ہماری شادمانی و مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یقین مانیں کہ ہم سب اس قدر باغ باغ ہوئے کہ پھولے نہ سماتے تھے۔ ہر دل عزیزی اور مقبولیتِ خاص و عام کا یہ عالم تھا کہ قلیل سی مدت میں ہی سارے نسخے ختم ہوگئے۔

بنابریں اب دوسرے ایڈیشن کی نوبت آ گئی۔ چنانچہ یہ دوسرا ایڈیشن بھی سابقہ رعنائی ونکھار اور پہلی سی آب و تاب اور دلکشی لیے سرزمینِ بنگال کے قارئینِ کرام و خواندگانِ عظام کے رُوبرو نمودار ہوا۔ لیکن 'چراغ تلے اندھیرا' ضرب المثل مشہور ہے۔ چنانچہ اس نئے ناشر نے ڈھٹائی و بے مروّتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مترجم کے نام یک لخت حذف کر کے صرف ناشر کے نام سے ہی اُسے شائع کرنے پر اکتفا کیا۔ 'بریں عقل و دانش بباید گریست'

www.KitaboSunnat.com

عربی شاعر نے بھی کیا خوب کہا:

ولمثل هذا يذوب القلب من كمد

إن كان في القلب إسلام وإيمان

واللہ! یہ کس بلا کی خیانت ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اس قسم کی خیانت سے محفوظ رکھے، آمین! سننے میں آیا کہ اس شخص کا نام حافظ محمد منیر ہے۔

الرحیق المختوم، اُردو زبان میں

جہاں تک اس کے اُردو ترجمہ کا تعلق ہے تو علامہ مبارکپوریؒ نے بذاتِ خود ہی اس محنت طلب کام کو سرانجام دیا اور بنفسِ نفیس ہی اپنی مایہ ناز و شاہکار تصنیف 'الرحیق المختوم' کو اُردو زبان کے قالب میں بڑے شاندار و جاندار پیرائے میں ڈھال دیا۔ اُردو میں اُسے منتقل کرنے کا یہ مشکل کام آپ نے اور کسی کو کرنے نہیں دیا، کیونکہ صاحب البیت أدرٰی بما فیه عربی کا مشہور و معروف مقولہ ہے یعنی ''اندرونِ مکان میں کیا ہے؟ وہ مکین ہی سب سے بہتر جانتا ہے، اس مکان میں نووارد کو ہرگز اس سے پوری واقفیت نہیں ہوسکتی۔'' یہی وجہ ہے کہ عربی کی طرح ان کے بامحاورہ اُردو اُسلوب میں بھی جہاں پختگی و پائیداری صاف جھلکتی ہے وہاں سلاست و روانی کا بھی سیلِ بلاخیز ہے۔

جب اپنے زور دار و سیال قلم کو آپ جنبش دیتے تھے تو قلم کی رفتار تیز بلکہ برق رفتار ہوا کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۶۵۶ صفحات کی کتاب (اُردو الرحیق المختوم، طبع جدید) آپ نے بہت تھوڑے عرصہ میں مکمل کر لی۔ یہ کام جان جوکھوں اور صبر وتحمل کا تھا، مگر آپ نے بھی ناسازگار اور کٹھن سے کٹھن حالات میں کبھی مایوسی، قنوطیت اور شکست خوردگی کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیا، اور نہ ہی ان کی بوقلموں اور گوناگوں صلاحیتیں و قابلیتیں کبھی کسی کی منت پذیر ہوئیں۔ سفر و حضر ہر دو حالات میں ان کی لطیف ذہانت اور دقیق فطانت کے شگوفے کھلتے اور پھلجھڑیاں چھوٹتی رہتیں۔

'الرحیق المختوم' پر پہلا انعام

مارچ ۱۹۷۶ء بمطابق ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ کو پاکستان کی سرزمین میں سیرتِ نبویہؐ کی پہلی کانفرنس کے اختتام کے موقع پر رابطہ عالم اسلامی نے اسی سلسلہ میں ایک عالمی

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ کا اعلان کر دیا جس کی مختلف شرائط پر پورے اُترنے والوں کے انعامات کی تفصیل تو ہم نے سطورِ بالا میں ہی قلم بند کر دی۔ اس طرح سے رابطہ اسلامی کی طرف سے تقسیم انعامات کا یہ اعلان اُنس ومحبتِ نبویؐ سے سرشار اہل علم و دانشوروں کے لئے مہمیز ثابت ہوا۔ چنانچہ اب تو اُنہوں نے بڑھ چڑھ کر اس مقابلہ میں حصہ لیا۔

ہمارے محترم بھائیوں نے مختلف زبانوں میں جب مقالات بھیجنے شروع کر دیئے تو ان کی تعداد ۱۷۱ تک جا پہنچی جن میں سے ۸۴ مقالے صرف عربی زبان میں تھے، کیونکہ یہ قرآنِ مجید کی زبان اور رابطہ عالم اسلامی کی دفتری زبان تھی۔

ان مقالات کی چھان پھٹک، جانچ پڑتال اور استحقاقِ انعام کے لحاظ سے ان کی ترتیب قائم کرنے کے لئے رابطہ عالم اسلامی نے دنیا بھر کے شہرۂ آفاق علماء و دانشوروں کی ایک مضبوط کمیٹی تشکیل دی جس کی سفارشات کے مطابق انعام حاصل کرنیوالوں کی ترتیب یہ رہی:

① پہلا انعام: شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری، جامعہ سلفیہ، بنارس، ہند

الرحیق المختوم بزبانِ عربی

② دوسرا انعام: ڈاکٹر ماجد علی خان، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی ہند

خاتم النّبیین ﷺ بزبانِ انگریزی

③ تیسرا انعام: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، صدر اسلامی یونیورسٹی، بہاولپور، پاکستان

'پیغمبر اعظم وآخر' بزبانِ اُردو

④ چوتھا انعام: پروفیسر حامد محمود محمد منصور لیمو، مصر

منتقٰی النقول في سیرة أعظم الرسول ﷺ بزبانِ عربی

⑤ پانچواں انعام: پروفیسر عبدالسلام ہاشم حافظ، مدینہ منورہ، سعودی عرب

سیرة نبي الهدٰی والرحمة بزبانِ عربی

رابطہ عالم اسلامی نے ان کامیاب افراد کے ناموں کا اعلان شعبان ۱۳۷۸ھ میں کراچی (پاکستان) میں منعقد ہونے والی پہلی ایشیائی اسلامی کانفرنس میں کیا اور اکناف و اطراف میں وسیع پیمانہ پر اشاعت کی غرض سے تمام جرائد واخبارات کو اس کی اطلاع بھی بھجوا دی۔ بعد ازاں

www.KitaboSunnat.com

تقسیم انعامات کے لئے رابطہ نے مکہ مکرمہ میں اپنے مستقر پر امیر سعود بن عبدالمحسن بن عبدالعزیز کی سرپرستی میں ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ بروز ہفتہ کی حسین صبح ایک باوقار تقریب منعقد کی۔ امیر سعود مکہ مکرمہ کے گورنر امیر فواز بن عبدالعزیز کے سیکرٹری تھے۔ چنانچہ اس تقریب میں گورنرِ مکہ کے نائب کی حیثیت سے موصوف نے انعامات تقسیم کئے۔

تقریب کی روداد

پانچوں انعامات کے اعلان، تقسیم اور مقالہ نگاروں کو تقسیم انعامات کی غرض سے مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین میں رابطہ عالم اسلامی کے مستقر پر ایک ذی شان اور پُر رونق تقریب منعقد کی گئی۔ اس تقریب کی افتتاح میں تلاوتِ قرآنِ مجید کے بعد ہی رابطہ کے نائب سیکرٹری جنرل محترم شیخ علی المختار نے توضیحاتِ مذکورہ کے بعد حوصلہ افزائی، مبارکباد اور دعائیہ کلمات پر اپنی تقریر ختم کی۔

بعد ازاں حسین آباد بھارت کے مایہ ناز سپوت شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری کو اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی۔ آپ نے اپنی مختصر مگر پُر جوش تقریر میں پاک و ہند اور بنگلہ دیش میں دعوت و تبلیغ بعض ضروری لیکن متروک وملتوی گوشوں کی طرف سامعین اور حکامِ بالا کی توجہ مبذول کرائی۔ نیز اس کے لازمی نتائج و اثرات پر بھی روشنی ڈالی۔ جواباً رابطہ کی طرف سے بھی ان معاملات کے سلجھاؤ کی توقع دلائی گئی۔

پھر امیر محترم سعود بن عبدالمحسن نے اپنی مختصر مگر جامع تقریر کے بعد ترتیب وار پانچوں انعامات تقسیم فرمائے۔ یہی وہ تاریخی تقریر اور تقریبِ تقسیم انعامات تھی جس کی بدولت شیخ موصوف کو خصوصی طور پر پہلی دفعہ حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔

اس موقع پر رابطہ کے سیکرٹریٹ کی طرف سے یہ بھی اعلان کیا گیا کہ ان کامیاب مقالات کو مختلف اور متعدد زبانوں میں طبع کرا کے تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ اس پر کاربند اور عمل پیرا ہوکر سب سے پہلے ہمارے ممدوح شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری کے عربی مقالہ کو بہترین پیرایہ میں زیورِ طبع سے آراستہ کرتے ہوئے قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کردیا گیا، کیونکہ موصوف نے ہی اعلیٰ ترین واوّلین انعام حاصل کیا تھا۔

www.KitaboSunnat.com